یورپ / امریکہ

صلیبی جنگوں کے اثرات ختم کرنے کے لیے یورپ سے یروشلم تک

"پا پیادہ سفر ہم آہنگی"

[ماہنامہ "عالم اسلام اور عیسائیت" بابت جولائی ۱۹۹۶ء میں "سویڈش اکیڈمی فار ڈویلپمنٹ" کی دعوت پر سوئزرلینڈ کے شہر "بائنے" میں اکٹھے ہونے والے بیس بائیس اہل علم و دانش کے "اعلامیۂ امن" کا متن شائع کیا گیا تھا۔ اُن ہی دنوں ایک اور مسیحی تنظیم "Youth With a Mission" (مقصدِ زندگی کے حامل نوجوان) کے کارکن مسلمانوں اور یہودیوں کے ساتھ، صلیبی عہد کی تلخ یادیں ختم کرتے ہوئے، الفت اور محبت کے رشتے استوار کرنے کے لیے کوشاں تھے۔ اُن کی سرگرمیاں مسلسل جاری ہیں۔ "کرسچینٹی ٹوڈے" نے گزشتہ اکتوبر کے شمارے میں ایک رپورٹ شائع کی تھی، جس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ مدیر]

ایسٹر کے موقع پر جناب گرین (Lynn Green) کولون (جرمنی) میں تُرک تارکینِ وطن کے زیرِ انتظام ایک مسجد میں جمع مسلمانوں کے ہاں ڈرتے ڈرتے پہنچے۔ واضح رہے کہ کولون اُن شہروں میں سے ایک ہے جہاں سے ۱۰۹۶ء میں صلیبی جنگوں کا آغاز ہوا تھا۔ "مقصدِ زندگی کے حامل نوجوان" نامی تنظیم کے اس بزرگ کارکن کے ساتھ دوسرے مسیحی دوست بھی تھے جو گیارہویں صدی کے صلیبیوں کے اقدامات کی تلافی کرنے اور مسلمانوں اور یہودیوں سے اُن بے رحمانہ مظالم کی معافی طلب کرنے کے لیے تیار ہیں جن کا نشانہ اُن کے اجداد بنے تھے۔

مسجد میں داخل ہونے پر مسلمان امام مسجد کے جوابی رویّے پر جناب گرین اور اُن کے ساتھی ششدر رہ گئے۔ امام صاحب نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "مجھے مہمانوں کے پیغام کی نوعیت معلوم ہوئی تو میں حیرت زدہ رہ گیا، مگر اس کے ساتھ ازحد خوشی ہوئی۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ جس کا کبھی یہ تصور ہے، اُس نے عید تجدید* کا تجربہ حاصل کیا ہے۔" مزید بات چیت کے دوران

* یہ عید ماہ دسمبر کی ۲۵ تاریخ سے آٹھ دن کے لیے منائی جاتی تھی۔ اسے ۱۶۴ ق - م میں یہوداہ مکابی نے منانے کا حکم دیا تھا۔ اس عید کے انعقاد کی وجہ یہ تھی کہ جب سریا کے بادشاہ انطاکس اپفینس نے ہیکل کو ناپاک کیا تو یہوداہ مکابی نے اسے یہوواہ کی پرستش کے لیے دوبارہ پاک اور مخصوص کیا تھا۔ ان دنوں میں اسرائیلی اپنے ہاتھوں میں درختوں کی ٹہنیاں لیے اپنے عبادت خانوں میں جمع ہوتے اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عبادتیں منعقد کرتے۔ ان دنوں میں

میں امام صاحب نے جناب گرین کو بتایا کہ متعدد مسلمان یہودیوں اور مسیحیوں کے خلاف اپنے گناہوں کا جائزہ لینے لگے ہیں، مگر اُن پر واضح نہیں کہ اُنھیں کیا کرنا چاہیے۔ صلیبی جنگوں کے حوالے سے مسیحیوں کے اظہار پشیمانی و توبہ نے مسلمانوں کے لیے ایک مثال قائم کر دی ہے۔

"مقصد زندگی کے حامل نوجوان" نامی تنظیم کی حالیہ کوشش کو Reconciliation Walk (پاپیادہ سفر برائے ہم آہنگی) کا نام دیا گیا ہے۔ یورپ کے ایک سرے سے شروع کر کے بلقان اور ترکی سے ہوتے ہوئے یروشلم تک کا یہ پاپیادہ دو ہزار میل کا سفر تین برسوں میں مکمل ہوگا۔ اس کا مقصد دُنیا کے تین سب سے زیادہ نمایاں مذاہب کے درمیان موجود نسل در نسل عداوت کو ختم کرنا اور افہام و تفہیم کے رشتے پیدا کرنا ہے۔

کولون میں جب ۱۲۵ مسیحیوں نے تقریباً دو سو مسلمانوں کے رو برو ترکی، جرمن اور انگریزی زبانوں میں اِس "سفرِ ہم آہنگی" کا اعلامیہ باقاعدہ طور پر پیش کیا تو اس پر تالیوں کی گونج میں خوشی کا اظہار کیا گیا۔ امام صاحب نے (جو یورپ میں سب سے زیادہ تجربہ کار استاد ہیں) اس "اعلامیے" کی نقلیں پورے براعظم کی چھ سو مساجد کو ارسال کیں۔ اِس کامیابی کے ساتھ "سفرِ ہم آہنگی" کا آغاز ہوا ہے۔

عداوت مٹاتے ہوئے: "سفر ہم آہنگی" اپنے طور پر ایک آزادانہ اقدام ہے جس میں متعدد مسیحی تنظیمیں شامل ہیں، جناب گرین کے بقول اِس کا مقصد عداوت اور بداعتمادی کو مٹانا ہے۔ آج پہلی صلیبی جنگ کے نو سو سال بعد، کچھ مسلمان اور یہودی اس لیے مسیحیت کے بارے میں اچھے جذبات نہیں رکھتے کہ صلیبی جنگ جوؤں نے بے دردی اور سفاکی کا ارتکاب کیا تھا۔ اس کے بدلے میں متعدد ایونجلیکل مسیحیوں نے صلیبی جنگوں کو اصلاح مذہب سے پہلے کی مسیحی تاریخ کا تاریک باب کہتے ہوئے ان سے برات کا اظہار کر دیا ہے، جب کہ اِن جنگوں کا اُن کے عقائد و اعمال سے کوئی خاص تعلق بھی نہیں۔

گیارہویں صدی میں مسیحی دُنیا نے بشپ آف روم (پوپ) اور قسطنطنیہ (موجودہ استانبول) کے بطریق کے درمیان باہمی منافرت کا منظر دیکھا۔ عقیدے، ثقافت، سیاست اور دائرۂ اختیار کے حوالے سے بالکل جداگانہ رویوں کے حامل دونوں رہنماؤں نے ایک دوسرے کو ۱۰۵۴ء میں چرچ سے خارج کیا تھا۔

اسی دور میں جارحیت پسند سلجوق ترکوں نے فلسطین جانے والے مسیحی زائرین پر ناگہانی حملہ کرتے ہوئے بازنطینی سلطنت کی جانب پیش قدمی کی۔ جب بازنطینی بادشاہ الیکس اوّل نے روم سے

بچوں کو مکابیوں کے دلیرانہ اور جوش دلانے والے کاموں کے متعلق بتایا جاتا، تاکہ وہ بھی اُن جیسے کام کرنے کے لیے تیار ہوں، اِسے حنوکہ بھی کہتے ہیں۔ [ایف - ایس - خیر اللہ، قاموس الکتاب، لاہور (۱۹۹۰ء)، ص ۶۲۶]

امداد کی درخواست کی تو پوپ اربن دوم نے ۱۰۹۵ء میں ارض مقدس (فلسطین) کو مسلمانوں کے تسلّط سے چھڑانے کے لیے صلیبی جنگ کا اعلان کیا اور ہزاروں افراد اس کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ اُن میں سے بہت سے افراد یہ یقین رکھتے تھے کہ اُن کی جدوجہد اُنہیں ہمیشہ کی زندگی دینے کا سبب بنے گی۔

تاہم ان جوشیلے صلیبیوں نے فلسطین کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے مسلمانوں سے جنگ میں اور یہودیوں کے خلاف قتل وغارت میں وہی کچھ کیا جو آج کے Ethnic Cleansing کے مترادف تھا۔ صلیبیوں نے ایک یہودی عبادت خانے کو آگ لگا دی جس میں ڈر کے مارے بھاگتے ہوئے ہزاروں یہودیوں نے پناہ لے رکھی تھی اور ایک مسجد پر ہلّہ بول کر ہزاروں مسلمانوں کے سر تن سے جدا کردیے۔

یسوع مسیح سے غداری: "سفرِ ہم آہنگی" کے شرکاء کی توجہ یہودیوں، مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان موجود تفریق کے خاتمے پر مرکوز ہے۔ "سفرِ ہم آہنگی" کے اعلامیے میں کہا گیا ہے کہ صلیبی جنگ جوؤں نے "یسوع مسیح کے نام سے غداری کی ہے، کیوں کہ اُن کا عمل مسیح کے کردار اور خواہشات کے برعکس تھا۔"

صلیب اٹھا کر "اُنھوں نے اس کے مفہوم کو خراب کیا جو بے لوث محبت، عفوو درگزر اور صلح صفائی پر مبنی ہے۔" شرکائے سفر کو "اپنے اجداد کے اُن مظالم پر افسوس ہے جن کا ارتکاب اُنھوں نے مسیح کے نام پر کیا تھا۔" کہا گیا ہے کہ "ہم یسوع مسیح کے عام سے پیروکار ہیں جنھوں نے اُس کی ذات میں زندگی اور گناہوں کی معافی حاصل کی ہے۔ ہم بیزار ہیں حرص و آز، نفرت اور خوف سے اور مذمّت کرتے ہیں اُس تشدّد کی جو مسیح کے نام پر کیا گیا تھا۔" "سفرِ ہم آہنگی" میں شامل افراد کو اُمید ہے کہ اُنہیں بیس لاکھ مسلمانوں کے روبرو اپنا پیغام پیش کرتے ہوئے ویسے ہی جذبات ملیں گے جو خود اُن کے دلوں میں موجود ہیں۔

اس پاپیادہ سفر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مسیحی دُنیا کے اختلافات کم کیے جائیں۔ استانبول میں ایک ہراول گروپ غلاطہ کے مینار اور ایا صوفیہ میں اُن مظالم پر مغفرت کی دعائیں مانگ رہا ہے جن کا ارتکاب چوتھی صلیبی جنگ میں کیا گیا تھا۔ استانبول کی تباہی آرتھوڈکس اور کیتھولک کلیسیاؤں کے درمیان رکاوٹ بنی رہی ہے۔

جناب گرین کہتے ہیں کہ پیشِ نظر سامعین کے حوالے سے ہر جگہ مثبت ردِ عمل سامنے آیا ہے، تاہم بعض مسیحی یہ پوچھتے ہیں کہ معاصر مسیحیوں کی جانب سے آج کے مسلمانوں سے اپنے اجداد کے گناہوں کی معافی کی کیا الٰہیاتی بنیاد ہے، مگر جب مسیحی اِس کوشش کے نتائج پر نظر ڈالتے ہیں تو الٰہیاتی اور تاریخی مباحثہ جو بہت اہم ہے، ثانوی حیثیت اختیار کرجاتا ہے۔

ڈیوک یونیورسٹی میں مذاہب کے استاد، ایرک میرز، جو یہودی پس منظر رکھتے ہیں، کا خیال ہے کہ "مسیحیت اور یہودیوں، نیز مسیحیت اور اسلامی دُنیا کے درمیان مصالحت ایک قابل تعریف اور بُلند مقصد ہے۔" اُن کے بقول "مسلمانوں اور یہودیوں کو جوش و جذبہ کے ساتھ مسیحیت کا حقیقی پیغام یعنی صلح صفائی، عفوو درگزر اور بے لوث محبت پیش کرتے ہوئے "سفرِ ہم آہنگی" کے شرکاء کی نظروں سے خدا تعالیٰ کے اُس عالمی تصور کی اہمیت او جھل نہ ہوگی جو لوقا (۱۸:۴-۱۹) میں کنایتہً بیان کیا گیا ہے اور یہ تصور عہد نامہ عتیق کی معادیات میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

جارج واشنگٹن یونیورسٹی کے استاد اسلامیات سیّد حسین نصر کہتے ہیں کہ "سیکولرازم اور مذہب مخالف قوتوں کے بالمقابل جو آج کل ازحد اثرورسوخ کی مالک ہیں، مسلمانوں اور مسیحیوں کو قریب لانے اور باہم متحد کرنے کی کسی بھی کوشش (چاہے وہ دونوں میں سے کوئی فریق بھی کرے) کی عالمِ اسلام اور دُنیائے مسیحیت کی جانب سے تائید کی جانا چاہیے۔"

--- "سفرِ ہم آہنگی" کے شرکاء کا ہدف یہ ہے کہ جولائی ۱۹۹۹ء میں اُس وقت یروشلم پہنچیں جب شہر مقدّس پر صلیبی حملے کو نوسو سال پورے ہوں گے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ: مسلم تنظیمیں مفاہمت کو فروغ دے رہی ہیں۔

امریکہ میں اس وقت ایک ہزار سے زیادہ مساجد ہیں۔ ان میں تین چوتھائی سے زیادہ مسجدیں ۱۹۸۰ء کے بعد تعمیر کی گئی ہیں۔ ملک میں مسلمانوں کی تعداد اندازاً ۵۰ سے ۶۰ لاکھ ہے۔ مسلمان بلحاظ آبادی امریکہ کی دوسری بڑی مذہبی جمعیت ہیں۔ ان میں پیدائشی مسلمانوں کے علاوہ تارکینِ وطن اور تبدیلی مذہب کے ذریعے مشرف بہ اسلام ہونے والے دونوں شامل ہیں۔ اسلام امریکہ میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا دین ہے۔ بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے ملک کے طول و عرض میں واقع شہروں اور قصبوں میں مسلمانوں کی حیثیت و اہمیت بڑھتی جا رہی ہے۔

بیشتر امریکی اب بھی مسلمانوں کے عقائد و ثقافت، اور اس بارے میں کم واقفیت رکھتے ہیں کہ اپنے پیروکاروں کے طرزِ حیات، تشخص، اقدار اور اخلاقیات پر اسلام کیا اثرات مرتّب کرتا ہے؟ اس لیے بہت سے مسلمان اپنے غیر مسلم امریکی احباب، اساتذہ اور آجروں کو اپنی خوراک، لباس اور دیگر مذہبی فرائض کے بارے میں اسلامی احکامات سے آگاہ کرتے ہیں۔

امریکہ میں بین المذاہبی تنظیموں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جن کی وجہ سے غیر مسلم امریکی اس حقیقت سے آشنا ہو رہے ہیں کہ مذہبی رواداری اور مفاہمت کتنی بڑی نعمت ہے۔ بعض اوقات جب